108-(اور اے اہلِ ایمان)! کیا تم نے بھی یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ اپنے رسول سے ایسے ہی مطالبے کرو گے جیسے کہ تم سے پہلے (بنی اسرائیل کے لوگ اپنے رسول) موسیٰ سے مطالبے کرتے رہے ہیں۔ (اس لئے یہ ضروری ہے کہ تم ان کے نتائج اور انجام سے سبق سیکھو) کیونکہ جس کسی نے بھی ایمان کو کفر میں تبدیل کر لیا تو پھر اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ سوآء السبیل سے بھٹک گیا یعنی درست اور متوازن راستے سے ہی بھٹک گیا۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾

109-اہلِ کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگ جو ایمان لے آئے ہو تو تمہیں پھر سے کفر کی طرف لوٹا دیں۔ (یہ وہ اس لئے نہیں کر رہے کہ ان پر حقیقت عیاں نہیں ہوئی)۔ حقیقت تو ان کے سامنے نکھر کر آ چکی ہے۔ لیکن وہ حسد جو ان کے نفسوں میں رچا ہوا ہے (اس کی وجہ سے وہ اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں)۔ لیکن تم ان سے درگزر کرتے ہوئے اور انہیں نظر انداز کرتے (آگے بڑھتے جاؤ) یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے (جو سرکشوں کو شکست دینے والا اور اطاعت گزاروں کو کامران کرنے والا ہوتا ہے) کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے ہر شے پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

110- مگر (یہ ضروری ہے کہ تم) نظامِ صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے نظام پر عمل کرتے رہو۔ اور تم اپنے لئے جو بھی خیر (کا عمل) آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے، کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو، یقیناً اللہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾

111-اور (پھر یہ بھی ان کا) کہنا ہے کہ جنتوں میں سوائے یہودیوں اور عیسائیوں کے کوئی اور داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن یہ صرف ان کی بے معنی و غیر حقیقی آرزوئیں ہیں۔ ان سے کہو! کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لے کر آؤ (مگر وہ کبھی نہ لا سکیں گے)۔

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾

ع 13 9 13

112-ہاں (البتہ وہ جنتیں اس کے لئے ہیں) جو اپنا رخ اللہ (کے احکام و قوانین) کی طرف کر لیتا ہے اور زندگی میں

حسن وتوازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتا رہتا ہے (محسن)۔ ایسے انسان کا اجر اس کے نشو ونما دینے والے کے پاس ہے۔ (لہٰذا جو لوگ اس طرح زندگی گزاریں گے تو) ان پر نہ مستقبل کے اندیشے اور نہ ہی ماضی کے پچھتاوے اور غم طاری ہوں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

113- لیکن (سچائیوں کا انکار کرنے والوں کی حالت عجیب ہوتی ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کے خلاف یہودی اور عیسائی متحد ہیں، مگر آپس میں ان کے اختلافات کا یہ عالم ہے کہ) یہودی کہتے ہیں! کہ عیسائیوں کے (عقائد کی بنیاد) کسی شے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے (عقائد کی بنیاد) کسی شے پر نہیں ہے۔ حالانکہ وہ (اپنی اپنی نازل کردہ) کتاب بھی پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے پاس (نازل کردہ کوئی بھی) علم نہیں، وہ بھی انہی جیسی بات کرتے ہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان ایسے معاملات کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱۴﴾

114- اور (حقیقت یہ ہے کہ قرآن انسان کی زندگی میں مکمل تبدیلی کی آگاہی دیتا ہے اور اس کی تعلیم دینے کے مراکز یعنی) مسجدوں میں جو شخص اس کے نام کا ذکر کرنے سے روک دے (یعنی اللہ کی صفات اور اس کے احکام وقوانین کے بارے میں آگاہی دینے سے روک دے) اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ یہ لوگ اس لائق ہی نہیں کہ ان مسجدوں میں داخل ہوں (اور اگر داخل ہونا ہی ہے تو ظلم کرنے کے تباہ کن نتائج سے) خوفزدہ ہوکر داخل ہوں ورنہ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۱۵﴾

115- حالانکہ (دین کے مراکز یعنی مساجد میں نازل کردہ نظامِ حیات کی آگاہی و تربیت سے منع کرنے والے سرکش انسانوں کو خبر ہونی چاہیئے! کہ یہ ضابطۂ آئین اس طرح کا آفاقی ہے کہ یہ آگاہی دیئے جانے کے لئے یا نافذ کئے جانے

کے لئے کسی طرف ومقام اور وقت کا پابند نہیں کیونکہ ) مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں (یعنی ساری اطراف اللہ ہی کی ہیں ) اس لئے تم جدھر بھی رخ کرو گے تو وہ اللہ ہی کی طرف جانے کا راستہ ہے کیونکہ اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ اللہ لامحدود وسعت والا اور لامحدود علم والا ہے (اس لئے تم اس کے نظام کی آفاقیت کو روک نہیں سکتے )۔

(**نوٹ**: آیت میں لفظ وجہ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کا مادہ (و ج ہ) ہے۔ اس کا مطلب ہے ''کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے سامنے آئے، اس لحاظ سے چہرے کو وجہ کہتے ہیں۔ وجہ النہار یعنی دن کا ابتدائی حصہ۔ وجہ کے دوسرے مطالب ہیں عزت، مرتبہ وغیرہ مگر اس کے مزید اہم معنی یہ ہیں: '' راستہ جو مقصد تک لے جائے۔ آیت کے سیاق وسباق کے پیشِ نظر یہی معنی اختیار کئے گئے ہیں کیونکہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ مشرق ومغرب اللہ ہی کے ہیں یعنی اللہ ان کا مالک ہے یا اللہ کا ان پر اختیار ہے۔ مگر بعض مفسرین اس آیت کے وجہ اللہ والے حصے کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ '' تم جدھر بھی رخ کرو گے اللہ ہی کا چہرہ ہے۔ '' بہرحال سیاق وسباق کے لحاظ سے '' مقصد تک جانے کا راستہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے )۔

**وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾**

116-اور (یہ تو حال ہے یہودیوں کا جن کا ذکر ہوتا آ رہا ہے۔ اب ذرا عیسائیوں کا بھی طریقہ وعقیدہ دیکھو)۔ ان کا کہنا ہے! کہ اللہ نے ایک بیٹا بنالیا ہے۔ (اس طرح تو انہوں نے اللہ کو انسانوں کی سطح پر لاکر رکھ دیا ہے)۔ حالانکہ اللہ ایسی ہر بات سے پاک اور ماورا ہے، اس لئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اس کی فرمانبرداری کر رہا ہے، (اس لئے اسے انسانوں کی طرح کسی مددگار یا بیٹے کی ضرورت نہیں )۔

**بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾**

117-(اس طرح کی ذہنیت تو اس قدر محدود ہے کہ وہ اللہ کے تخلیقی عمل کو بھی تولید کا محتاج سمجھتی ہے جس طرح کہ کسی باپ کے ہاں بیٹا جنم لیتا ہے ) حالانکہ (اللہ ) وہ ہے جو پہلی بار آسمانوں اور زمین کو نہ ہونے سے ہونے میں لے کر آیا ہے۔ (اور جس طرح یہ ترتیب پا کر قائم ہیں یا کچھ بھی تخلیق کئے جانے کا وہ ) حکم کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی (اس تخلیق کا آغاز ) ہوجاتا ہے۔ (ذرا غور کرو! کہ ایسی قوتوں کے مالک اللہ کو بیٹے کی کیا ضرورت ہے )۔

**وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾**

118-اور نادان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے! (کہ اگر ہماری رہنمائی ہی کرنی ہے تو) اللہ ہم سے (براہِ راست ) کلام کیوں نہیں کرتا یا ہم پر اس کی کوئی آیت کیوں نہیں نازل ہوتی۔ حالانکہ ایسی باتیں تو ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قلب (یعنی ان کی وہ صلاحیتیں جو جذبوں کو زندہ رکھتی ہیں اور سچائیوں کو تسلیم کرتی ہیں) وہ ایک ہی جیسی (ناکارہ ہو چکی) ہیں، کیونکہ تحقیق کرنے والے جانتے ہیں کہ ہماری آیات نے تو ہر سچائی کو عیاں کر رکھا ہے۔ (مگر ان سے فائدہ اٹھانے والی صرف وہ) قوم ہوتی ہے جو ان پر مکمل یقین کر لیتی ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ وَّلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۱۹﴾

119-(ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احکام، اپنے رسولوں کی وساطت سے انسان تک پہنچاتا ہے تاکہ وہ چاہیں تو انہیں تسلیم کر لیں نہ چاہیں تو انکار کر دیں 18/29۔ یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق اے رسولؐ! یقیناً ہم نے تمہیں انسانوں کی رہنمائی کے لئے حق کے ساتھ بھیجا ہے (یعنی قرآن کے ساتھ بھیجا ہے) تاکہ اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو زندگی کی مسرت آمیز اور اطمینان بخش سرفرازیوں کی خوشخبری دے دو اور اس کے خلاف عمل کرنے والوں کو خوفناک نتائج کی آگاہی دے دے۔ (اسی لئے اے رسولؐ)! اہلِ جہنم کے لئے آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِىۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۲۰﴾

وقف منزل

120- حقیقت یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی (سوالات اور مطالبے سچائیوں کی جستجو کے لئے نہیں کر رہے بلکہ انہوں نے تو پہلے سے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اے محمدؐ) وہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کے مسلک کی پیروی نہ کرنے لگ جاؤ۔ (مگر تم ان کو مسترد کرتے ہوئے انہیں صاف طور پر) کہہ دو! کہ حقیقت میں اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ لیکن (اے رسولؐ) علم مل جانے کے بعد بھی اگر تم نے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر اللہ سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار ہو گا۔

(**نوٹ:** قرآن میں لفظ ''ولی'' متعدد بار استعمال ہوا ہے ''ولی'' کا مادہ (ول ی) ہے اور اس کا بنیادی مطلب ''کسی کے قریب اور نزدیک ہونا'' ہے۔ دیگر مطالب اس طرح ہیں۔ نگران و ناظم، دوست، سرپرست۔ البتہ بعض حالات میں ولی کے مادہ سے نکلے ہوئے الفاظ کے متضاد معنی بھی آتے ہیں جیسے کہ کسی کی طرف رجوع کرنا، منہ موڑ لینا وغیرہ)۔

اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ ع 14 9 14

121-(چنانچہ اس حوالے سے رسولؐ تک کو تنبیہہ کے بعد تمام انسانوں کو خبر رہنی چاہئے کہ) وہ لوگ جنہیں ہم نے یہ ضابطۂ حیات (قرآن) دیا ہے اور وہ اس کی پوری پوری پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے مقرر کردہ معیار

کے مطابق سچے مومن ہیں۔ (ان کے برعکس) جو لوگ اس کی سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کرتے ہیں تو وہ خسارا پانے والوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

**يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۲۲**

122-(لہٰذا، جو کچھ بتایا جا رہا ہے وہ کس قدر حقیقت پر مبنی ہے اس کے لئے گزرے واقعات پر ایک بار پھر غور کرو کہ) اے بنی اسرائیل! یاد کرو (جب تم نے اللہ کی ہدایت اختیار کی تھی تو اس کی بدولت) تمہیں میں نے کس قدر زندگی کی سرفرازیوں اور خوشگواریوں کی فراوانیاں عطا کی تھیں اور سارے عالمین پر تمہیں فضیلت سے نوازا تھا (یعنی ہم عصر اقوامِ عالم پر فضیلت دی تھی)۔

**وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـئًا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝۱۲۳**

123-(لیکن اگر کوئی اللہ کی ہدایت کو چھوڑ دے گا تو پھر یاد رکھو) اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آ سکے گا۔ اور نہ ہی اس جیسا کوئی اس کی مدد کے لئے اس کے ساتھ کھڑا ہو سکے گا (شفاعت)۔ نہ ہی کسی سے معاوضہ لیا جائے گا (کہ اس کی وجہ سے اس کا جرم معاف کر کے اسے چھوڑ دیا جائے)۔ اور نہ ہی کسی کی کوئی مدد کر سکے گا (یعنی ہر ایک کو اپنے اعمال کی سزا خود ہی بھگتنی ہوگی)۔

**وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ‌ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا‌ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ‌ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۲۴**

124-اور (یہی وجہ ہے کہ نازل کردہ احکام کے سلسلے میں) جب ابراہیم کو اس کے رب کی طرف سے کتنی ہی (صبر آزما) باتوں کی آزمائش سے گزرنا پڑا تو وہ ان پر پورا اترا (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کا ارشاد ہوا! کہ میں تمہیں نوع انسان کا امام بنا دوں گا۔ ایسے میں ابراہیمؑ نے کہا! کیا میری اولاد میں سے بھی (امامت کے لئے مستحق ٹھہرائے جائیں گے)؟ مگر اللہ نے واضح کر دیا کہ صرف اولادِ ابراہیمؑ ہونے کی بناء پر کوئی بھی امامت کا حقدار نہیں ہوگا) کیونکہ جو بھی کسی کے حقوق میں کمی کر کے یا ان سے انکار کر کے میری طے شدہ حدوں کو توڑ کر زیادتی و بے انصافی کرنے کا مجرم بنے گا تو ان کے لئے (میری طرف سے عزت والا بلند مقام عطا کرنے والا) عہد ختم ہو جائے گا۔

(**نوٹ**: ابراہیمؑ، حضرت ابراہیمؑ کا نام قرآن میں تقریباً 66 مرتبہ آیا ہے۔ ان کی پیدائش تقریباً 1996 ق۔م میں ہوئی یعنی محمدؐ سے تقریباً 2567 سال پہلے ہوئی۔ ان کا شجرہ نسب یوں سمجھا جاتا ہے: ابراہیمؑ بن آزر بن ناحور بن سروح اور ہوتے ہوتے آدم تک جاتا ہے۔ ان کے والد اُور میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر عراق میں بصرہ سے سو میل مغرب میں فرات نصیریہ کے آمنے سامنے

واقع ہے۔ان کی والدہ کا نام اوشہ تھا۔آزر سے حاران، ابراہیمؑ اور نخور پیدا ہوئے تھے۔اور حاران سے حضرت لوطؑ پیدا ہوئے تھے۔آزر کی وفات 205 سال کی عمر میں حران میں ہوئی جو آج کل ترکی کا ایک شہر ہے۔اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 75 سال تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں سارہ، ہاجرہ اور قطورا۔حضرت سارہ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ تھے اور آگے ان کے دو بیٹے حضرت یعقوب جو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے آباء تھے۔دوسرا بیٹا عیسو تھا۔ان کا لقب ادوم تھا۔کہا جاتا ہے کہ آگے ان کی نسل سے حضرت ایوبؑ اور ان کی قوم چلی۔حضرت قطورا سے اہلِ مدین اور اصحابہ الایکہ کی قوم چلی۔حضرت ہاجرہ سے صرف حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے پھر آگے انباط (اصحاب الحجر) قیدار اور قریش کے قبائل چلے)۔

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَيۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾

125-اور اس لئے (زندگی کا نظم وضبط قائم کرنے کے لئے نازل کردہ نظامِ حیات کے سلسلے میں) ہم نے خانہ (کعبہ) کو مرکز قرار دے کر انسانوں کے لئے اجتماع کی جگہ اور امن کا مقام بنا دیا۔اور (کہہ دیا کہ) جو ابراہیم نے (نظام) قائم کیا تم بھی اس کی پیروی میں اسے اختیار کر لو۔اور (اس سلسلے میں) ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ میرے (مقرر کردہ) اس مقام کو (یعنی عالمگیر انسانیت کے اس مرکز کو نہ صرف ظاہری طور پر) پاکیزہ رکھیں (بلکہ اسے تمام برائیوں اور اختلافات سے بھی پاک رکھیں) اُن کے لئے (جو یہاں آکر اس کا) طواف کرتے ہیں اور اعتکاف کرتے ہیں اور رکوع وسجود کرتے ہیں۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾

126-اور جب ابراہیم نے (اس مرکز کی بنیاد رکھ دی تو اس نے اللہ سے) التجا کی! کہ اے میرے نشوونما دینے والے (تُو ایسا کر دے کہ اس مقام کو نوع انساں کے لئے) ایسی جگہ بنا دے جو خوف وخطرات سے آزاد اور اطمینان سے لبریز ہو اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں، انہیں پھلوں سے زندگی بخش سامانِ نشوونما دے۔(لیکن اللہ کا) ارشاد ہوا! (کہ میری عنایات سب کے لئے ہیں) جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا تو اس چند روزہ زندگی میں فائدہ تو اسے بھی پہنچاؤں گا لیکن پھر وہ بے بسی کی حالت میں جہنم کے عذاب کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾

127-(یہ تھیں وہ التجائیں جن کے ساتھ وہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے) اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس مرکز کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو ان کے ہونٹوں پر یہ دعائیں تھیں کہ) اے ہمارے نشوونما دینے والے! تُو ہماری (ان کوششوں کو) قبول کرلے (جو ہم اسے مرکزِ انسانیت بنانے کے لئے کر رہے ہیں) اور اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی (ہماری دُعاؤں) کو سننے والا ہے اور (ہمارے ارادوں کو) جاننے والا ہے۔

(نـــوٹ: کعبہ: کعبہ ایک چکورسی عمارت ہے جس کی موجودہ بلندی 50 فٹ، لمبائی 40 اور چوڑائی 35 فٹ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا کعبہ صرف قدِ آدم اونچا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی۔ حضرت اسماعیلؑ اس کے پہلے منتظم اور متولی خیال کئے جاتے ہیں۔ کعبہ شہر مکہ میں ہے اور مکہ سعودی عرب میں ہے۔ کعبہ کو بیت اللہ، مسجد حرام بھی کہا جاتا ہے۔ محمدؐ کو معراج اسی مقام سے ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ کے بعد طویل عرصہ تک تاریخ خاموش ہے اور کعبہ کے بہت زیادہ شفاف حالات میسر نہیں آتے۔ اتنا ضرور ہے کہ کعبہ کی عمارت کئی بار گری اور کئی بار بنائی گئی۔ کعبہ کی دینی حیثیت کا تعین قران کی آیات 2/127-129 میں کر دیا گیا ہے کیونکہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ جب اس کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو ان کی یہ دُعا تھی کہ ہمیں اور آئندہ نسلوں کو یعنی نوع انساں کو نازل کردہ احکام وقوانین کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے والا بنا دینا۔ کعبہ کی بنیاد کا اور اس دُعا کا تعلق یہ ہے کہ یہ اللہ کے قوانین کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے مرکزِ انسانیت اور وحدتِ انسانیت کا مقام ہے۔ دنیا میں مسلمان جہاں بھی ہوں اسی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لحاظ سے وہ تمام عمر کعبہ سے دُور رہ کر بھی اس کا طواف کرتے رہتے ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام وقوانین کی بنیاد پر مسلمان ایک ہیں اور یہی کسی مرکز کی بنیاد ہوتی ہے جس کے لئے 2/128 میں دُعا مانگی گئی۔ سال میں ایک بار جو مسلمان کرسکتا ہو حج کے تعین شدہ مہینے میں حج کے سالانہ اجتماع میں حج کے لئے کعبے کو جاتا ہے۔ حج کی اپنی رسوم اور قواعد ہیں۔ عمرہ کے لئے مسلمان جب جانا چاہے جاسکتا ہے اور اس کے اپنے مخصوص قواعد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے کعبہ کی سلامتی اس کا تحفظ اور اس کا تعین شدہ احترام انتہائی اہم ہے قرآن میں حجرِاسود جو کعبہ میں ہے کا ذکر نہیں ہے)۔

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾

128-اور اے ہمارے رب! (ہمارے ارادے اور ہماری التجائیں سوائے اس کے کیا ہیں کہ اس مرکز سے وابستہ رہ کر) ہم تیرے ضابطۂ آئین کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہمارے سر اس کے سامنے جھکے رہیں۔ نہ صرف ہم ہی بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اسی طرح تیرے احکام وقوانین کی اطاعت کرتے رہیں۔ (اور اے ہمارے پروردگار) تُو ہمیں وہ طور طریقے بتادے (جن سے ہم یہ عظیم مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں) اور

تیری (عنایات) کا رخ ہماری طرف رہے کیونکہ تُو نہ صرف توبہ قبول کرنے والا ہے بلکہ سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

15 ع 8 15

129-(اور) اے ہمارے پروردگار! (ہماری نسلوں میں اطاعت کا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے یہاں تک کہ) ان میں سے ایسا رسول اٹھ کھڑا ہو جو تیرے احکام و قوانین کو ان کے سامنے (یعنی نوع انساں کے سامنے) پیش کر دے۔ اور انہیں نازل کردہ ضابطۂ حیات کی تعلیم دے اور انہیں حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنا سکھائے اور اس طرح ان کی (صلاحیتوں) کی نشوونما کر دے کیونکہ اس میں کوئی شک و شبے والی بات ہی نہیں کہ تُو ہی لامحدود غلبہ رکھنے والا ہے اور حقائق کی باریکیوں کے مطابق اٹل فیصلے کرنے والا ہے۔

وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾

130-(اور یہ تھا وہ مسلک جس پر ابراہیمؑ گامزن تھا اور جس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں ممتاز ہوا۔ اب غور کرو کہ) جو کوئی ایسے مسلک سے روگردانی کرے تو وہ سوائے اپنی جہالت کے (اور کس وجہ سے ایسا کرے گا)۔ چنانچہ ہم نے اس کو (یعنی ابراہیمؑ کو) دنیا میں بھی چن رکھا تھا اور اس کا شمار آخرت میں بھی ان میں ہو گا جو سنورنے والے رہے ہوں گے۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾

131-اور (یہ تھا ابراہیمؑ کا مسلک کہ) جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا! کہ ہمارے احکام و قوانین کے سامنے جھک جاؤ تو وہ (اس دعوت پر یہ) کہتے ہوئے ان کے سامنے پوری طرح جھک گیا کہ اے علم فراہم کرنے والے سارے جہانوں کے (خالق)! تُو ہی نشوونما دیتے ہوئے انہیں ان کی منزل کی طرف لے جانے والا ہے۔

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾

132-(بہر حال ابراہیمؑ خود بھی اسی مسلک پر قائم رہا) اور اس نے اپنے بیٹوں کو بھی اس پر قائم رہنے کی وصیت کی۔ اسی طرح یعقوب نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی (وصیت) کی کہ اللہ نے تمہارے لئے یہی ضابطۂ آئین چن رکھا ہے۔ لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہو کے رہنا (یعنی اللہ کے احکام و قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھنا تا کہ سلامتی میں داخل ہو جاؤ)

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٣﴾

133-(اور اے رسولؐ! تم تو اس وقت تھے ہی نہیں اس لئے یہ خبریں ہم ہی تمہیں فراہم کر رہے ہیں کیونکہ اس وقت) کیا تم دیکھ رہے تھے جب یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد سے کہا تھا! کہ تم میرے بعد کس کی پرستش اور احکام و قوانین کی اطاعت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا تھا! کہ ہم اس کی پرستش واطاعت کریں گے جس کی پرستش واطاعت آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کرتے رہے ہیں جو کہ یکتا قابلِ پرستش و اطاعت (اللہ) ہے۔ اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرتے رہیں گے کیونکہ وہی سلامتی کی ضمانت ہے۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾

134-یہ تھی ایک امت جو گزر چکی مگر جو کچھ انہوں نے کیا اس کے نتائج اس کے حصے میں آئے اور جو کچھ تم کرو گے اس کے نتائج تمہیں ملیں گے۔ اور تم سے (تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا) یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے (یعنی تمہارے باپ دادا کے) اعمال کس قسم کے تھے (یعنی اعمال کے نتائج اپنے اپنے ہوتے ہیں اس میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٣٥﴾

135-اور (یہ تھے ان یہودیوں کے آباء 2/133 جن میں سے ہر ایک نے اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق زندگی بسر کی۔ مگر دوسری طرف یہ ہیں جو اُن کے دین میں خرابیاں پیدا کر چکے ہیں، پھر بھی) ان کا تقاضا ہے کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت حاصل کر سکو گے مگر ان سے کہو! کہ تم مسلکِ ابراہیمی کی طرف دعوت کیوں نہیں دیتے جس نے باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف رخ کر رکھا تھا اور وہ قطعی طور پر مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾

136-(اے اہلِ ایمان! ان سے) کہو! (کہ آؤ تمہیں بتائیں کہ وہ کون سا مسلک ہے جسے اختیار کر کے ہم خود ساختہ عقیدوں، گروہ بندی اور نسل پرستی سے بلند ہو چکے ہیں اور وہ مسلک یہ ہے کہ) ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل ہوا اور ان پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا کیا گیا اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیاء کو

ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیا گیا (ان سب پر ہمارا ایمان ہے، اور ہم تمام انبیاء کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور نبی ہونے کی حیثیت سے) ان میں سے کسی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ (چنانچہ یہ ہے وہ مسلک جس کی رُو سے) ہم صرف اللہ کے احکام وقوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے رکھتے ہیں (اس لئے ہم مسلمان کہلاتے ہیں)۔

(نوٹ: اس آیت میں نہ صرف ان انبیاء کا ذکر ہے جو سرزمینِ عرب یا اس کے اردگرد کے علاقوں میں پیدا ہوئے بلکہ اس میں دیگر انبیاء کے بارے میں بھی ایمان لانے کے متعلق آگاہی دی گئی ہے کیونکہ ہر امت میں رسول کا ایک ہی جیسا پیغام تھا جو ایک ہی اللہ کی طرف سے تھا 41/43، البتہ محمدؐ سے پہلے نازل شدہ احکامات وقوانین میں ان کے پیروکار تبدیلی کرتے رہے مگر ''قرآن'' کا یہ دعویٰ سچ چلا آرہا ہے کہ اس کی اصل نازل شدہ وحی جو عربی زبان میں ہے اس میں کسی بھی طرز کی تبدیلی ممکن نہیں اس لئے مسلمان اسے مکمل اور آخری کتاب ہونے کا درجہ دیتے ہیں۔ بہرحال اس آیت کے لحاظ سے اور قرآن کی مجموعی آگاہی کے لحاظ سے یہ ثابت ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام میں نبی آتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا چنانچہ محمدؐ تک جتنے نبی آئے، چاہے وہ امریکہ، ایشیاء، یورپ، افریقہ یا آسٹریلیا میں آئے ان کی پہچان یہی ہے کہ ان کا دعویٰ اور آگاہی ویسی ہی تھی جیسی کہ سرزمینِ عرب میں پیدا ہونے والے نبیوں کا پیغام تھا۔ اور تحقیق کرنے والوں نے اپنی سہولت کے لئے ان نبیوں کو جو عرب کی سرزمین میں پیدا ہوئے انہیں سامی کہا ہے اور جو دیگر ممالک میں پیدا ہوئے انہیں غیر سامی نبیوں کا نام دیا ہے مگر اس قسم کے ناموں کے ساتھ تفریق یا تقسیم قرآن میں نہیں ہے۔ بہرحال یہ قرآن کا حکم ہے کہ محمدؐ اور ان سے پہلے تک پیدا ہونے والے تمام نبیوں اور رسولوں پر اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ایمان لایا جائے اور یہ تفریق نہ کی جائے کہ پیدا ہونے والے نبی کا تعلق کس علاقے، کس شہر، کس زبان یا کس براعظم سے تھا)۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

137- پھر اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم اس پر ایمان لائے ہو تو پھر اس میں کوئی شک وشبے والی بات ہی نہیں کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں گے۔ اور اگر وہ منہ پھیر جائیں تو (صاف ظاہر ہے کہ) یقیناً وہ ضد کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں (مگر تم اپنے مقاصد میں ثابت قدمی سے ڈٹے رہو) کیونکہ عنقریب اللہ ان کے مقابلہ میں تمہارے لئے کافی ہوگا (اس لئے کہ) وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

138- (بہرحال نوعِ انساں سے کہہ دو! کہ دنیا کے تمام رنگوں میں سے یعنی دنیا کے تمام مسلکوں اور طریقوں میں سے) اللہ کے رنگ یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام وقوانین وطریقے سلیقے اور مستقل اقدار (ہی حسین ہیں) اور اللہ کے رنگوں

میں سے زیادہ کس کا حسین (رنگ) ہے؟ اسی لئے ہم اس کے احکام وقوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿١٣٩﴾

139-(اے نبیؐ ان سے یہ بھی) کہو! کہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی اللہ ہمیں بھی نشوونما دینے والا ہے اور وہی اللہ تمہاری بھی پرورش کرنے والا ہے۔ اس لئے (یہ طے ہے) کہ ہمیں اپنے اعمال (کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا) اور تمہیں اپنے اعمال کا۔ چنانچہ ہم نے اپنے آپ کو خالصتاً اسی (اللہ کا مکمل فرماں بردار کر رکھا ہے جس کا کوئی شریک نہیں)۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰىؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٠﴾

140-اس کے علاوہ تم یہ بھی کہتے ہو! کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد جو تھی وہ یقیناً یہودی یا عیسائی تھی۔ (مگر اے رسولؐ! ان سے) کہو! کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے (نازل ہونے والے احکام وقوانین میں موجود) ہے اور جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے (اس لئے تم اس سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے)۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤١﴾ ع 16 12 16

141-(بہر حال) وہ ایک امت تھی جو گزر چکی۔ ان کے اعمال کے نتائج ان کے لئے تھے اور تمہارے اعمال کے نتائج تمہارے لئے ہیں۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے اعمال کیا تھے (اور یہی دین کی بنیاد ہے کہ ہر شخص کو صرف اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور انہیں کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا)۔

الجزء 2 الثانی 2

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَاؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُؕ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٤٢﴾

142-(لہٰذا اب یہ اُمت اپنے مرکز کی پہچان لے کر یعنی کعبہ کو اپنا مرکز بنا کر نازل کردہ احکام وقوانین کو آگے لے کر بڑھے گی۔ اس وجہ سے) ابھی تو انسانوں میں سے اپنی دانش نہ استعمال کرنے والے یہ بھی کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ (بیت المقدس) سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے سے قائم) تھے (اور اب انہوں نے اپنا قبلہ کعبہ کو بنا لیا ہے)۔ (اے رسولؐ) ان سے کہہ دو! (کہ اللہ کو کسی طرف، قوم یا جگہ کے لئے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ)

مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ اور وہ جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے، اس کی متوازن، سیدھی اور روشن راہ کی طرف ایسی راہنمائی فراہم کرتا ہے جو اسے اطمینان بھری منزل تک لے جاتی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

143- چنانچہ اسی طرح ہم نے تمہیں (اے اہلِ ایمان، نورانی آگاہی عطا کر کے) اُمتِ وسط (یعنی ایک ایسی اُمت جسے مرکزی معیار کے طور پر) بنا دیا تا کہ تم نوعِ انسان پر گواہ بن جاؤ (جس سے یہ طے ہو گا کہ کون تھے جو اس معیار کو سامنے رکھ کر انسانیت کے لئے سرفرازیوں کا سبب بنے اور کون تھے جو اس سے انکار کر کے انسانیت کی تباہی کا سبب بنے)۔ اور رسول (کی زندگی کو معیار کے طور پر) تمہارے اوپر گواہ کی حیثیت سے قائم کر دیا (تا کہ تم بھٹکنے نہ پاؤ) اور (اس سے بھی آگاہ ہو جاؤ کہ) پہلے تم جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا رہتا ہے اور کون اپنے الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ (قبلہ کا بدلنا) بڑی بھاری بات تھی مگر ان پر نہیں جنہیں اللہ نے اطمینان بھری منزل کی جانب روشن راہ کی رہنمائی دے رکھی تھی۔ اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) اللہ کبھی ایسا نہیں کرتا کہ تمہارے ایمان کو (یونہی) ضائع کر دے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تو وہ ہے جو انسانوں کی نشو نما کے راستے میں جو رکاوٹیں ہوں انہیں دُور کرنے والا ہے (راؤف) اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (رحیم)۔

(**نوٹ:** القبلۃ۔ قبلہ کا مادہ (ق-ب-ل) ہے۔ اسی لفظ سے قبل۔ تقبلہ۔ قبول۔ القبیلہ۔ وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ نکلے ہیں۔ اس کے بنیادی مطالب یہ ہیں: پہلے اولین حصہ۔ کسی چیز کا دوسری چیز کے آمنے سامنے ہونا وغیرہ ہیں مگر قبلہ جسے کعبہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس کا بنیادی مطلب ہے ''سمت''۔ مسلمانوں میں اس کا عمومی مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ''وہ جگہ جس کی طرف نماز میں رخ کیا جائے یا جسے سامنے رکھا جائے یا جو پیشِ نظر ہو یا جو مقصودِ نگاہ ہو یا جو نصیب العین ہو۔ محمدؐ پر نازل کردہ نظامِ حیات میں قبلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نظام، ہر مملکت، ہر حکومت کا ایک مرکز ہوتا ہے جس کی طرف تمام افرادِ قوم کی نگاہیں اٹھتی ہیں جو ان میں فکر و عمل کی وحدت پیدا کرنے کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ یہ دراصل نشان ہوتا ہے اس نظام یا حکومت کا جسے ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ہوتا ہے۔ اور یوں پیشِ نظر رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو اس مرکز کو اپنے پیشِ نظر رکھ رہے ہوتے ہیں دراصل وہ اس نظام یا حکومت سے اپنی وابستگی اور وفا شعاری کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ دنیا میں نوعِ انسان کے لئے اللہ کی حکومت کا محسوس قبلہ یا مرکز یا سمت کعبہ کو قرار دیا گیا ہے، 3/96 یعنی سورۃ ال عمران آیت نمبر 9 ''بیشک نوعِ

انسان کے لئے (اللہ کی حکومت کا محسوس نشان جو) مرکزِ اول قرار دیا گیا یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے (یعنی کعبہ ہے) جو ثبات و استحکام دینے والا ہے اور سارے عالمین کے لئے ہدایت ہے" اہلِ ایمان کو خصوصی طور پر یہ حکم ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی توجہ کا رخ اسی مرکز کی طرف رکھیں" 2/150 یعنی سورہ بقرۃ آیت 150 "یعنی اہلِ ایمان کی اللہ کے احکام وقوانین سے وابستگی اور وفا شعاری، وحدت فکر وعمل اور مرکزیت کا محسوس نشان کعبہ ہے۔ یہ کعبہ اس لئے محترم ہے کہ یہ اللہ کی حکومت اور اس کے احکام وقوانین سے وفاداری کا مخصوص نشان ہے اس لئے اصل احترام وتقدس اور عظمت اللہ کی حکومت اور اس کے احکام وقوانین کو ہے۔ اسی لئے 2/177 سورۃ بقرۃ آیت 177 میں اس قانون کو شفاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ اصل نیکی مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرنا نہیں بلکہ اللہ کی نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کرنا اور اختیار کرنا ہے لہٰذا' کعبہ قطعی طور پر پرستش وپوجا کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف مرکزیت قائم رکھنے کے لئے مخصوص نشان ہے)۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾

144-(اے رسولؐ!) یہ حقیقت ہے کہ ہم تمہارے چہرے کا بار بار بلندیوں کی جانب اُٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ ہم یقیناً تمہاری (پرستش واطاعت) کے رخ کو اسی قبلہ کی جانب کر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔ لہٰذا اب تم اپنا رخ مسجد الحرام (یعنی کعبہ) کی طرف پھیرلو، چنانچہ جہاں کہیں بھی تم ہو (اپنی پرستش کے) رخ کو اسی مرکز کی جانب کرلیا کرو۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جنہیں (آپ سے پہلے) ہمارا ضابطۂ ہدایت میسر آیا تھا، انہیں یقیناً علم ہے کہ ان کے رب کی جانب سے (قبلہ تبدیل کرنے کا فیصلہ) بالکل درست ہے۔ (لیکن اگر وہ اس کے خلاف سوچتے یا عمل کرتے ہیں تو پھر انہیں آگاہ رہنا چاہیے کہ) جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٥﴾

وقف لازم

145-اور (اے رسولؐ) اگر تم اہلِ کتاب کے پاس ساری نشانیاں بھی لے آؤ، تب بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی پیروی نہیں کرتے۔ اس لئے (یادرکھو) کہ اگر تم نے علم آجانے کے بعد اُن کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تم ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤٦﴾

وقف منزل

146-(اور) جن لوگوں کی جانب ہم کتاب نازل کر چکے ہیں، اگر چہ وہ (ان تمام سچائیوں اور احکام کو جو کہ تم پر نازل کی گئی

ہیں) انہیں اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو حقیقت کا علم رکھنے کے باوجود اسے چھپاتا ہے (تاکہ اس ہدایت کو عام نہ ہونے دیا جائے)۔

ع 17 6 1

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

147- (لیکن اے رسولؐ) تمہارے نشونما دینے والے کی جانب سے جو (کچھ تم پر نازل ہوا ہے وہ) ایسی سچائی ہے جو اپنی گواہی آپ دے رہی ہے۔ لہٰذا! اس معاملے میں تم ہرگز شک وشبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا (الممترین)۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

148- بہرحال (اے اہلِ ایمان! آگاہ ہو جاؤ کہ) ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہوتی ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔ لہٰذا (تمہاری سمت یہ ہے کہ تم جدوجہد تیز کر دو تاکہ) آسانیاں، خوشگواریاں اور سرفرازیاں پیدا کرنے کے مقابلے میں تم آگے بڑھ جاؤ۔ (یادرکھو کہ ان سب اعمال کو پرکھا جائے گا۔ اس لئے) تم جہاں بھی ہو گے اللہ تم سب کو جمع کرلے گا۔ اور اگر تم تحقیق کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ نے ہر چیز پر اس کی مناسبت کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔

(**نوٹ**: الخیر۔ خیر کا مادہ (خ ی ر) ہے اس کا بنیادی مطلب ہے ''وہ چیز جو سب کو مرغوب ہو نیز سفید چیز'' اس لحاظ سے زندگی کی تمام حسین ومرغوب ومفید چیزیں، حالتیں، کیفیات، خیرات کہلاتی ہیں' لہٰذا خوشگواریاں، آسانیاں، راحتیں، سرفرازیاں ان سب کے مجموعے کا نام خیرات ہے۔ خیر کی جمع خیرات ہے۔ خیر کا الٹ شر ہے یعنی تمام مذکورہ باتوں کا الٹ یا ان کی نفی شر ہے۔ البتہ خیر بہتر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے)۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

149- اور (آسانیاں، خوشگواریاں اور سرفرازیاں پیدا کرنے والے مقابلے میں آگے بڑھنے کے لئے تم) جدھر سے بھی نکلو اپنی توجہ کا رخ (اپنے مرکز یعنی) مسجد الحرام کی طرف پھیر لیا کرو (کیونکہ اللہ کی حکومت کا دنیا میں محسوس نشان ہی تمہاری مرکزیت کا محسوس نشان ہے، جس کی طرف تم اپنی توجہ کا رخ کر کے یہ ثابت کرتے ہو کہ تمہاری پرستش بھی اللہ کے لئے ہے اور تمہاری اطاعت بھی فردِ واحد کی طرح اکھٹے ہو کر اللہ کے احکام وقوانین کے لئے ہے)۔ اور یہی تمہارے نشونما دینے والے کی طرف سے حقیقت پر مبنی (فیصلہ) ہے۔ (لہٰذا اسی فیصلے پر قائم رہنا) کیونکہ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵۰﴾

150-(اے اہلِ ایمان! ایک بار پھر سن لو کہ تمہارے لئے زندگی گزارنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے مرکز یعنی قبلہ سے مت ہٹنا اور اپنا اپنا قبلہ نہ بنالینا)۔لہٰذا، تم جدھر سے بھی (سفر) پر نکلو، تم اپنا چہرہ (نماز کے وقت) مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیا کرو تا کہ انسانوں کے پاس تم پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ (البتہ) ان میں سے صرف وہ لوگ جو زیادتی و بے انصافی کرنے والے ہیں (وہ تو اعتراض کرتے رہیں گے)۔لیکن تم ان سے مت خوف زدہ ہونا اور صرف مجھ سے ڈرنا تا کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں (یعنی تم وحدت کے طور پر اس مرکز سے منسلک رہو تا کہ دنیا کی امامت کر سکو اور یہ نعمت پوری ہو جائے۔ اور یہ اس لئے بھی ہے) تا کہ تم اطمینان بھری منزل کے لئے روشن اور درست راہ کی رہنمائی پا جاؤ۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۱۵۱﴾

معانقة 3

151-چنانچہ اسی مقصد کے لئے ہم نے تم میں سے ہی (تمہارے پاس) رسول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے ہمارے احکام وقوانین پیش کرتا ہے اور تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے اور تمہیں نازل کردہ ضابطہءحیات کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں حقائق کی باریکیوں کے مطابق درست اور نادرست کی اٹل حدیں مقرر کر کے فیصلے کرنا سکھاتا ہے۔ غرض یہ کہ وہ تمہیں ایسا کچھ سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

ع 18 5 2

152-لہٰذا، تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا (یعنی جو سبق آموز آگاہی میں نے تمہیں دی ہے تم اسے اختیار کیے رکھو تا کہ اس کے بدلے میں میں تمہیں ایسا اجر دوں جس سے تم مطمئن ہو جاؤ)۔ اور میرا شکر کرتے رہو اور (کبھی بھی میرا' میری نوازشات کا یا میرے احکام وقوانین کا) انکار نہ کرنا۔

(نوٹ: ذکر کا مادہ (ذ ک ر) ہے۔ جس کا بنیادی مطلب ہے: ''کسی چیز کو محفوظ کر لینا''۔ کسی بات کا دل میں حاضر کر لینا۔ قرآن میں لفظ ذکر مختلف معنوں میں آیا ہے۔ قرآن کو الذکر کہا گیا ہے 16/44۔ غور وفکر کرنے والوں کو ذکر والی قوم کہا گیا ہے 16/13۔ اللہ کے احکام وقوانین کو ذکر کہا گیا ہے 20/34، 39/23۔ ذکر کا مطلب سبق آموز آگاہی یا نصیحت بھی ہے)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

153- چنانچہ اے وہ لوگو! جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے تو پھر ثابت قدمی سے ڈٹے رہو اور نماز (ادا کرتے رہو۔ کیونکہ یہ تمہاری مدد کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے ان سے) مدد حاصل کیا کرو (کیونکہ یہ اللہ کے احکام وقوانین کے پیچھے پیچھے چلنے کے لئے تمہارے لئے مددگار ثابت ہوں گے)۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

154- (تاہم اس نازل کردہ نظامِ زندگی کے تحفظ کے لئے تمہیں ایک جان لیوا جدوجہد سے گزرنا پڑے گا)۔ چنانچہ (اِس سلسلے میں) وہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو (یعنی وہ حیاتِ جاوداں میں ہوتے ہیں، اس کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ وہ محسوسات کی دنیا سے باہر کی کیفیت ہے)۔ ایسے لوگ حقیقت میں زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

155- اور (اتنا ہی نہیں بلکہ اس راہ میں) ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے جن میں خوف و ہراس، بھوک و پیاس اور جانوں اور مالوں کے نقصانات اور جدوجہد کے متوقع نتائج کی ناکامی ہوگی۔ (مگر ان حالات میں) ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے والوں کو (اے رسولؐ) بہترین نتائج کی خوشخبری سنا دو۔

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

156- (اور ایسے) لوگوں پر جب بھی کوئی مصیبت طاری ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ! حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جا رہے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

157- چنانچہ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے نشو ونما دینے والے کی جانب سے عنایات کے مستحق ہوتے ہیں اور قدم بہ قدم اللہ کی مدد و رہنمائی سے کمال تک پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی ہیں وہ جو درست اور روشن راہ پر چل کر اطمینان بھری منزل کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

158- (اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے یاد رکھیں کہ ان کا مرکز یعنی کعبہ یا اس سے منسلک کچھ بھی پرستش کے

لئے نہیں ہے، پرستش کے لائق صرف اللہ ہے اس لئے ) یقیناً صفا اور مروہ (جو کہ کعبہ کے پاس جگہیں ہیں نہ ان کی پرستش کی جانی چاہیے اور نہ ہی بلا وجہ گریز ) کیونکہ وہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لئے یہ کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کی (وادی میں) طواف کرے یعنی آمد و رفت کرے۔ اور اگر کوئی اپنی خوشی سے اچھا کام کرے (تو اس کی اس تگ و دو کا) قدر دان اللہ ہے جو کہ ہر طرح کا علم رکھنے والا ہے (کہ کون اس کے احکام پر عمل اپنی خوشی سے کر رہا ہے اور کون مجبوری سے )۔

(**نــوٹ:** صفا و مروہ: یہ دونوں مقامات ہیں جو کعبہ سے کوئی ایک فرلانگ مشرق کی طرف ہیں۔ شمالی مروہ ہے اور جنوبی صفا ہے۔ لغوی طور پر صفا کا مادہ (ص ف و) ہے۔ اس کا مطلب ہے صاف اور خالص حصہ۔ دوسروں سے الگ کر کے چن لینا اور ترجیح و فضیلت دینا۔ امیزشوں سے پاک۔ لیکن پہاڑی کے لحاظ سے صفا، صاف پتھروں کو کہتے ہیں اور مروہ چھوٹے چھوٹے سفید چمکتے پتھروں کو کہتے ہیں۔ طوافِ کعبہ کے بعد حاجی باب الصفا سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سات دوڑیں لگاتا ہے یا تیز تیز چلتا ہے۔ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ اس سلسلے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہیں۔ پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ حضرت حاجرہ جو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی تھیں، کی یاد میں ایسا کیا جاتا ہے جب وہ حضرت اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں سات مرتبہ صفا اور سات مرتبہ مروہ پر چڑھی تھیں۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ اس لئے نہیں ہے بلکہ ان دونوں جگہوں پر دو بت رکھے گئے ہوئے تھے جو برائی کے نشان جانے جاتے تھے۔ جن کے لئے توہم پرستی و شرک کی بنیاد پر لوگوں کی عمومی آمد و رفت وہاں پر منع تھی۔ مگر جب اسلام نے وہاں بتوں کو ختم کر دیا تو وہ دونوں بت بھی ختم کر دیے گئے لیکن اس کے باوجود بعض لوگ پرانی رسم کے تحت اسے گزر گاہ بنانے کے لئے یا آمد و رفت کے لئے تیار نہ تھے۔ لہٰذا، اس پر یہ آیت آئی تھی کہ جو کوئی اپنی مرضی سے صفا و مروہ کا طواف یعنی وہاں آمد و رفت کرے گا۔ تو اللہ اس کی قدر کرے گا۔ یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ انسان توہم پرستی کی رسموں سے باہر نکل آئے۔ بہر حال جس کا جو جی چاہے وہ اِس گروہ کی رائے کو قبول کر سکتا ہے اور جس کا جی چاہے وہ پہلے والے گروہ کی رائے قبول کر لے )۔

**اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾**

159-(یہ ہے مقصد حج کے اجتماع سے کہ اللہ کے احکام و قوانین سے عملی آگاہی فراہم ہوتی رہے ) لیکن جو لوگ ہماری شفاف اور روشن تعلیمات کو اور اطمینان بھری منزل کو لے جانے والی درست و روشن راہ کو چھپاتے ہیں، حالانکہ ہم انہیں نوعِ انسان کی رہنمائی کے لئے اپنے ضابطۂ ہدایت میں بیان کر چکے ہیں (تو ان سچائیوں کو چھپانے والوں ) کو نہ صرف اللہ اپنی ناراضگی کی بنیاد پر اپنی محبت سے دُور کر دیتا ہے بلکہ وہ جو اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی انہیں اپنی

محبت سے دُور کرتے چلے جاتے ہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾

160-البتہ جواس روش سے باز آ جائیں اوراپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلیں اور جو کچھ (نازل کردہ سچائیوں میں سے) چھپاتے تھے اسے واضح کر کے بیان کرنے لگیں تو ان کی یہ درست راہ کی جانب واپسی (قبول کر لی جائے گی)۔کیونکہ میں درست راہ پر آ جانے والے کی واپسی قبول کر لیتا ہوں۔اور پھر ان کی قدم بہ قدم مددو رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جاتا ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾

161- لیکن وہ لوگ جو نازل کردہ سچائیوں اوراحکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی کرتے رہے اوراسی انکار کی حالت میں مر گئے تو یہ ہیں وہ لوگ جنہیں نہ صرف اللہ اپنی ناراضگی کی بناء پر اپنی محبت سے دور کر دے گا بلکہ انہیں ملائیکہ اور تمام انسان بھی اپنی محبت سے دُور کر دیتے ہیں۔

خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

162-(یہ ہے اللہ کی محبت سے محروم ہو کر پھٹکارے جانے کی حالت) جس میں سزا کے طور پر وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اوران پر طاری عذاب میں ذراسی بھی کمی نہیں ہوگی اور پھر نہ انہیں مہلت مل سکے گی ( کیونکہ اعمال کے نتائج پر سزا ملتی ہی ایک مہلت کے بعد ہے)۔

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ ع 19 11 3

163-(یہ ہے اللہ کا قانون اوراس کا اختیار)۔اس لئے تمہارا اللہ ایک ہی ہے جس کی تمہیں پرستش واطاعت کرتے رہنا ہے اور یہی ہے ایک اللہ جس کے سوا کسی کی پرستش واطاعت نہیں ہو سکتی اور یہی وہ ہے جس کے سوا کوئی بھی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مددو رہنمائی کرتے ہوئے کمال تک نہیں لے جا سکتا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾

164-اس لئے اگر تم تحقیق کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے ( کہ بس یہی ایک اللہ پرستش واطاعت کے قابل ہے) جس نے آسمانوں اور زمین یعنی بلندیوں اور پستیوں کی تخلیق کی،اور رات اور دن کی پیہم گردشیں قائم کیں (اور جس کے قانون

کے مطابق) اتنی بڑی بڑی کشتیاں جو انسانوں کے لئے نفع بخش سامان سے لدی ہوتی ہیں، سمندر میں تیرتی پھرتی ہیں۔ اور بارش کا پانی ہے جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے، پھر اس کے ذریعے سے مُردہ زمین کو زندگی بخش دیتا ہے، اور (یہی اللہ اپنے اختیار و قوانین کی بناء پر) کرۂ ارض پر چلنے پھرنے والے ذی حیات پھیلا دیتا ہے، (اور اسی نے) ہواؤں کی گردشیں قائم کی ہیں اور بادلوں کو آسمان و زمین کے درمیان قوانین کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔ چنانچہ جو قوم عقل استعمال کرتی ہے اس کے لئے ان میں بے شمار نشانیاں ہیں (جن پر تحقیق کر کے وہ آسانیاں اور خوشگواریاں حاصل کر سکتی ہے اور تباہیوں سے بھی بچ سکتی ہے)۔

(**نوٹ**: آیت 2:164 یا اس جیسی تمام آیات کو سمجھنے کے لئے اکیسویں صدی تک انسان کی مجموعی ترقی میں ہارڈ ویر اور سافٹ ویر کی اصطلاحات کو جاننا ضروری ہے یہ ساری کائنات اور اِس کے سارے کا سارا مادی سلسلہ ہارڈ ویر ہے لیکن اِس کے اندر احکام و قوانین و زندگی و موت کا نہایت باریک حقائق پر مبنی نظام اور انسان میں عقل' جذبات' شعور اور احساسات کا نظام وغیرہ وغیرہ یہ سب ایک طرح کا سافٹ ویر ہے۔ یعنی یہ کائنات صرف خالی مادہ ہی نہیں ہے بلکہ پورے نظم و نسق کے ساتھ یہ ہارڈ ویر کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے جو اپنے سافٹ ویر کے لئے موزوں ترین کر دیا گیا ہوا ہے۔ لہٰذا' ایسے سب حقائق انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ اللہ اور اُس کے قوانین کو تسلیم کر کے اُس کے احکام پر عمل کر کے ابدی اطمینان اور سرخوشی حاصل کر لے)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾

165- مگر انسانوں میں ایسے انسان بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسری ہستیوں کے متعلق بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ انہی اقتدارات و اختیارات کی مالک ہیں جو اللہ کو حاصل ہیں اور وہ ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے کی جانی چاہیے۔ (لیکن ان کے برعکس) وہ لوگ جو نازل کردہ سچائیوں اور احکام و قوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں تو ان کی محبت صرف اللہ ہی کے لئے شدید ہوتی ہے۔ مگر یہ کتنا اچھا ہوتا کہ اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑ کر سرکشیاں کرنے والوں کو عذاب دکھائی دے جاتا۔ لیکن جب وہ دیکھیں گے عذاب کو تو (کہہ اٹھیں گے کہ) ساری کی ساری قوت اللہ ہی کی ہے اور اللہ واقعی سخت عذاب دینے والا ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾

166- (لہٰذا) جس وقت (اعمال اپنے نتائج لئے سامنے آ جائیں گے تو اس وقت) وہ ہستیاں جن کی پیروی ان کے

پیروکاروں نے (اس طرح کر رکھی تھی جس طرح اللہ سے محبت اور اللہ کی پیروی کی جاتی ہے) تو وہ عذاب کو دیکھ لینے کے بعد اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے۔ اور اس طرح ان کے سہارے اور اسباب منقطع ہو کر رہ جائیں گے (اور تب وہ پیروکار بے یارو مددگار حیران و سرگرداں ہوں گے)۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

ع 20 4 4

167- اور تب یہ پیروکار کہیں گے کہ (اگر وقت کا دھارا) ایک بار پھر پیچھے کی طرف پلٹ جائے تو ہم بھی ان (ہستیوں) سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح انہوں نے ہم سے بیزاری کا اظہار کر ڈالا۔ یوں اللہ انہیں ان کے اپنے اعمال انہی پر حسرت بنا کر دکھا دے گا۔ اور پھر وہ (سزا کی) آگ سے نہیں نکل سکیں گے (ایسی آگ کہ جس میں بہترین حاصل کیا ہوا بھی جل کر راکھ ہو جاتا ہے)۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

168- (اسی لئے صرف ایک اللہ کے احکام کے مطابق) اے نوعِ انسان! زمین میں سے وہ کچھ کھاؤ پیو جو حلال ہو اور ایسی آلائشوں سے پاک ہو جو تمہارے لئے خرابی کا باعث بنتی ہیں (طیب) اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرنا کیونکہ ہر تحقیق یہ گواہی دے گی کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

169- اس لئے کہ وہ تمہیں اللہ کے احکام و قوانین کو توڑنے اور انسان کے لئے طے شدہ جنسی قدروں کے احترام کو ختم کرنے (الفحشاءِ) کا حکم دیتا ہے اور وہ اس کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے لئے وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا۔

(نــوٹ: یہ آیت 2/168 مسلمانوں کو ایسی تمام باتوں اور نظریات سے دُور رہنے کا حکم دیتی ہے جنہیں اللہ کے وجود سے منسلک کر دیا گیا ہو مگر اللہ نے قطعی طور پر ان کے بارے میں انسان کو کوئی واضح آگاہی فراہم نہ کی ہو کیونکہ اس آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ "(شیطان تمہیں) اس کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے لئے وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہیں دیا گیا"۔ اور آیت 6/103 کے مطابق یوں ہے کہ "نگاہیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں" اور آیت 16/60 کے مطابق یوں ہے کہ اللہ کی مثال اعلیٰ سے اعلیٰ ہے یعنی عقلِ انسانی اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا، کوئی بھی نظریہ جو اللہ کے لئے ایسی آگاہی دینے کی کوشش کرتا ہے جو واضح طور پر اللہ نے دی ہی نہیں تو وہ صرف انسانی عقل کے ہی تراشے ہوئے تصورات ہیں، جیسے کہ بعض کا خیال ہے کہ کائنات کا دوسرا نام اللہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وقت کا ہی دوسرا نام اللہ ہے تو ایسے سب نظریات عقل کے تراشے ہوئے ہیں اور اگر اس سلسلے میں کوئی احادیث ایسے نظریات کی سپورٹ میں ہیں تو وہ یقیناً ضعیف احادیث ہیں اور وہ بہت زیادہ تحقیق طلب ہیں۔

آیت 16/14 میں ہے کہ اللہ کے لئے مثل نہ ٹھہراؤ۔ یعنی اللہ کو جاننے کا دوسرا واحد طریقہ یہ ہے کہ سورۃ اخلاص (112) کے مطابق اللہ کو اس کی صفات، سچائیوں اور احکام وقوانین کے ساتھ مکمل طور پر تسلیم کرلیا جائے تو اُس سے ڈٹ کر محبت کی جائے اور ایسی باتوں سے دُور رہا جائے کہ وہ کیسا ہے؟ کہاں پر ہے؟ کیوں ہے؟ اُس سے پہلے کیا تھا؟ وہ کب سے ہے وغیرہ وغیرہ کیونکہ عقل تو یہ جان ہی نہیں سکتی کہ جہاں زندگی بھی نہیں اور موت بھی نہیں اور جہاں مادہ بھی نہیں اور جہاں غیر مادہ بھی نہیں اور جہاں وقت بھی نہیں اور جہاں ازل بھی نہیں اور جہاں ابد بھی نہیں اور جہاں ہونا بھی نہیں اور جہاں نہ ہونا بھی نہیں تو وہ جہان کیسا ہے مگر اللہ تو وہاں بھی ہے اور سب کچھ اس کے گھیرے میں ہے۔ لہٰذا، اللہ کے بارے میں تصوراتی حوالے یا دلائل قائم کر کے اسے جاننے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو فریب درفریب میں مبتلا کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ کے وجود کے بارے میں آخری سچائی کیا ہے؟ اس کے متعلق صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ بجائے اللہ کے وجود کے بارے میں بحثوں، نظریات اور مسلکوں میں الجھنے کے قرآن میں نازل شدہ احکام وقوانین کو بغیر تعصب کے سمجھا جائے اور ان پر پوری محبت سے عمل کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اللہ کی قربت میسر آسکے جسے قربانی کہا جاتا ہے)۔

**وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾**

170-(لیکن جو شیطان کی پیروی سے نہیں نکل پاتے) تو جب ان سے کہا جاتا ہے! کہ جو کچھ اللہ نے (قرآن میں) نازل کیا ہے اسے اپناؤ اور اس پر عمل کرو تو وہ کہتے ہیں! کہ ہم صرف اسی کی پیروی کریں گے جو کچھ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کر رکھا ہے۔ (لیکن ذرا سوچو کہ) چاہے ان کے آباؤ اجداد عقل ہی نہ رکھتے ہوں (اور جہالت سے رسمیں اور عقائد بنا کر انہیں وراثت میں دے دیے ہوں) اور اطمینان بھری منزل کے لئے درست وروشن راہ پر بھی نہ چلنے والے ہوں (تب بھی یہ ان کی پیروی کرتے رہیں گے؟ سوچو! کیا یہ بھی کوئی دانش کی بات ہے)۔

**وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾**

171-اسی لئے وہ لوگ جنہوں نے (باپ دادا کے غلط عقیدوں کی محبت میں) نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی اختیار کر رکھی ہوتی ہے (تو وہ کسی کی درست بات اور دلیل کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اگر سن لیں تو ان پر اثر نہیں ہوتا چنانچہ) ان کا حال اس شخص جیسا ہوتا ہے جو ایسی چیز کے پیچھے چلا رہا ہوتا ہے جو کچھ سنتی ہی نہیں سوائے بلانے اور پکارنے (کی آوازوں کے جیسے گڈریے نے ریوڑ کو بلانے کے لئے باپ دادا سے بے معنی آوازیں سیکھ رکھی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی باپ دادا سے حاصل کئے گئے غلط عقائد ہوتے ہیں جن پر کوئی چلا رہا ہوتا ہے)۔ چنانچہ ان لوگوں کو کان رکھنے کے باوجود (سچ) سنائی نہیں دیتا، زبانیں ہوتی ہیں مگر (سچ) بول نہیں سکتے اور آنکھیں ہوتی ہیں مگر

انہیں (سچ) دکھائی نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ عقل سے ہی عاری ہوتے ہیں (یعنی عقل ہونے کے باوجود اُسے عمل میں نہیں لاتے یوں کہ جیسے اُن کے پاس عقل ہی نہیں ہے)۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴿۱۷۲﴾

172- اے لوگو! جنہوں نے نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین کو تسلیم کر کے امن و بے خوفی کی راہ اختیار کر لی ہے تو جو سامانِ زندگی ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرابیوں سے پاک چیزیں کھاؤ پیو اور اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو، مگر ایسا وہی کرتے ہیں جو اللہ کے ہر حکم پر بغیر کسی شک وشبہ کے عمل کر رہے ہوتے ہیں۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۷۳﴾

173- (چنانچہ طیب اور طاہر اشیاء کے لئے رہنمائی یوں ہے کہ اللہ نے انسانوں پر) حرام کر دیے: مُردار کا خون اور سؤر کا گوشت اور ہر وہ شے جو سوائے اللہ کے کسی بھی اور ذات کی پرستش وخوشنودی کے لئے نامزد کر دی گئی ہو۔ (لیکن یہ سب کچھ حرام ہونے کے باوجود) اگر کوئی شخص سخت مجبور ہو جائے (اور اس کی نیت وارادہ بھی اللہ کی) حکم عدولی کا نہ ہو اور وہ حد سے نکل کر (گنجائش سے ناجائز فائدہ اٹھانے والا نہ ہو تو وہ اس حالت میں اگر حرام کی گئی چیزوں میں سے استعمال میں لے آئے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اللہ یقیناً (مجبوریوں میں بھی) حفاظت فراہم کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد ورہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۱۷۴﴾

174- (اللہ کے یہ ایسے احکامات ہیں جنہیں نوعِ انسان تک پہنچا دینا چاہیے لیکن) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے رہتے ہیں (کہ کہیں سچائیاں اور احکامات آسانی سے انسانوں کے سامنے نہ آ جائیں اور ان کا آگاہی دینے والا دبدبہ ختم نہ ہو جائے) اور اس کے بدلے میں وہ حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں تو وہ لوگ سوائے اپنے باطنوں میں آگ (بھرنے کے) کچھ نہیں کھا رہے ہوتے اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام تک نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہونے دے گا اور ان کے لئے ایسا عذاب ہے جو بڑا الم انگیز ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴿۱۷۵﴾

175- (چنانچہ) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اطمینان بھری منزل تک جانے والی درست اور روشن راہ کے بدلے میں

گمراہی خرید لی اور اللہ کی حفاظت کے بدلے میں عذاب خرید لیا۔ (ذرا سوچو کہ سب کچھ دیکھتے جانتے کے باوجود، اس طرح تباہیوں) کے جہنم کی طرف بڑھتے چلے جانا کتنے بڑے حوصلے کا کام ہے (کیونکہ ابھی یہ اس عذاب کا نہ احساس کر رہے ہیں اور نہ ہی اس پر غور کر رہے ہیں ورنہ وہ کبھی یہ حوصلہ نہ کرتے)۔

ع 21 9 5

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝

176- تحقیق کرنے والے جانتے ہیں (کہ ان کا یہ انجام) اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ نے یہ ضابطۂ حیات ایسی سچائی کے ساتھ نازل کیا جو اپنی گواہی آپ دے رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اس ضابطۂ حیات (کے احکام و قوانین) میں احتلافات پیدا کر لئے اور ان اختلافات میں (اپنے غلط عقیدوں، رسموں اور تعصّبات کی بناء پر سچائیوں سے) بہت دُور نکل گئے۔

(نوٹ: یہ آیت ایسے تمام لوگوں کے لئے انتہائی تنبیہ ہے جو قرآن کی بنیاد پر اپنے فرقوں کو تقویت دیتے ہیں)۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

177- (اے نوعِ انسان! یاد رکھو کہ پرستش کے لئے) اپنا رخ مشرق یا مغرب کی جانب کر لینے کا یہ مطلب نہیں کہ تم نے طے شدہ حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کر کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کر لی ہے بلکہ اس کے لئے جن سچائیوں کو تسلیم کر کے اختیار کرنا ہوگا (وہ یہ ہیں): اللہ اور آخرت کا دن اور ملائکہ اور نازل کردہ کتاب یعنی نازل کردہ نظامِ حیات اور انبیاء (پر ایمان) اور (حقیقی ضرورت مندی کے پیشِ نظر) قریبی رشتہ داروں اور یتیموں یعنی جو بے یارو مددگار ہیں، اور جن کے کاروبار ساکن ہوگئے یا آمدنی کے ذرائع رُک گئے (مساکین) اور مسافروں کو (جو اپنی مسافری کی وجہ سے کسی بناء پر حقیقی ضرورت مند بن گئے)، اور جو اپنی بے بسی اور محرومی کی وجہ سے پکارتے ہیں (سائلین)، اور (محکوموں، غلاموں، بے گناہ اسیروں کو) آزاد کرانے کے لئے اللہ کی محبت میں اپنا مال و دولت (ان راستوں میں) دیتے رہتے ہیں اور نظامِ صلواۃ قائم (کرنے کی تگ و دو) کرتے رہتے ہیں اور نظامِ زکواۃ کے (استحکام کی خاطر اپنے مال سے مقرر کیا گیا حصہ) دیتے رہتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوتے ہیں اور سختی و تنگ دستی و بھوک کے حالات میں اور مصیبت کی حالت میں اور جنگ کی شدت کے وقت ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے والے

ہوتے ہیں، تو یہ ہیں وہ لوگ جو سچائی پر قائم رہنے والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین کو اختیار کئے رکھتے ہیں (اور تب وہ البر کے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں ان کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے)۔

(نـوٹ: البر کا مادہ (ب۔ر۔ر) ہے۔ البر کا اصل معنی کشادگی' وسعت' ہیں۔ البر' بحر یعنی سمندر کے مقابلے میں آیا ہے البر یعنی خشکی، زمین، وسیع وعریض میدان۔ چنانچہ زمین کی کشادگی اور وسعت کی بناء پر ہی قرآن کی مجموعی آگاہی کے پیشِ نظر محققین نے اس کا بنیادی مطلب ''دلوں کی کشادگی اور نگاہوں کی وسعت کیا ہے'' مگر یہ کشادگی اور وسعت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک قرآن کے احکام وقوانین کے مطابق طے شدہ حقوق اور ذمہ داریاں ادا نہ کر دی جائیں' چنانچہ البر کا مطلب صرف خالی خولی نیکی نہیں ہے بلکہ ''طے شدہ حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کر کے دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت پیدا کرنا ہے'' لہٰذا' سورۃ الِ عمران آیت 92 یعنی 3/92 میں ہے کہ ''تم ہرگز البر کو نہیں پہنچ سکو گے یعنی تم ہرگز دلوں میں کشادگی اور نگاہوں میں وسعت حاصل نہ کر سکو گے جب تک تم ان چیزوں کو جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہیں (انہیں اللہ کے احکام وقوانین کے مطابق نوع انسان کی نشوونما کے لئے) کھلا نہ رکھو گے' ایسا کرنے والوں کو ابرار کہتے ہیں 82/13، اور جو لوگ اس کے الٹ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں تو انہیں فجار کہا گیا ہے' 82/14)۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

178- اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں' آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت (اس کو سزا ملے گی جس نے قتل کیا ہوگا) پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو پھر قاعدے قانون کے مطابق پیروی کی جائے اور خون بہا کو اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے۔ یہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد جو کوئی زیادتی کرے گا تو اس کے لئے الم انگیز عذاب ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

179- اور عقل وبصیرت وجذبات واحساسات رکھنے (والے جانتے ہیں کہ) قصاص (کے اس نظام) میں زندگی (کی نشوونما ہوتی ہے تاکہ انسانیت اطمینان کے ساتھ نشوونما حاصل کرتی جائے)۔ اسی وجہ سے جو تباہ کن نتائج سے بچنا چاہتے ہیں وہ نازل کردہ احکام وقوانین کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيۡكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَا ۚۖ اۨلۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِۚ حَقًّا عَلَى الۡمُتَّقِيۡنَؕ ﴿۱۸۰﴾

180-(اور) تم پر یہ بھی لازم کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی پر موت طاری ہو اور وہ اپنے پیچھے مال (یا مال کے ذرائع چھوڑ رہا ہو یعنی ترکہ) تو وہ اس کے بارے میں اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں معروف دستور کے مطابق (یعنی قرآن میں اس سلسلے میں دیے گئے پیمانوں کے مطابق) وصیت کر دے (یعنی ان کے حصے قرآن کے مطابق علیحدہ علیحدہ طے کر دے) اور یہ ان لوگوں پر فرض ہے جو تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین کو اختیار کرنے والے ہیں۔

فَمَنۡۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يُبَدِّلُوۡنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌؕ ﴿۱۸۱﴾

181- لیکن اگر کوئی شخص وصیت سننے کے بعد (جان بوجھ کر) رد و بدل کر دے تو ایسے لوگ مجرم ہیں (ایسا کرنے والے سمجھتے ہیں کہ کسے معلوم کہ مرنے والے نے کیا وصیت کی تھی مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ) اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

فَمَنۡ خَافَ مِنۡ مُّوۡصٍ جَنَفًا اَوۡ اِثۡمًا فَاَصۡلَحَ بَيۡنَهُمۡ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع 22 6 6

182-(اور) پھر اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے سے طرفداری یا زیادتی کا اندیشہ ہو اور پھر وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ (معاملات کی درستگی چاہتا ہے اس لئے) وہ حفاظت فراہم کرنے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡکُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَۙ ﴿۱۸۳﴾

183-(اور حقیقی نشو و نما الہامی آگاہی اور الہامی تربیت سے ہی ہو سکتی ہے اس لئے) اے اہلِ ایمان! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کر دیے گئے تھے تاکہ تمہیں "خود پر اس قدر اختیار حاصل ہو جائے کہ تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین کی خلاف ورزی سے بچ سکو (تقویٰ)۔

اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـکُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

184- یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ لہٰذا اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (میں روزے رکھ کر) گنتی پوری کر لے۔ اور وہ لوگ جن پر طوق پڑے ہوں یعنی جو انتہائی مصیبتوں و مشقتوں میں ہوں تو وہ بدلے میں ایسے شخص کو کھانا

دے دیں جس کے روزی کے ذرائع نہ ہوں۔ پھر جو کوئی اپنی خوشی سے (زیادہ) نیکی کرے تو وہ اس کے لئے خوشگواری و سرفرازی ہے۔ لیکن اگر تم علم رکھتے ہو (تو تمہیں پتا چلے گا کہ) تمہارا روزہ رکھ لینا تمہارے لئے ہی بہتر ہے۔

(**نوٹ:** یطیقونہ۔ یہ لفظ الطّوق سے نکلا ہے جس کا مادہ (طوق) ہے۔ اور اس کا بنیادی مطلب ہے وہ حلقہ جسے گردن میں ڈال دیا جائے۔ ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے یعنی ایسی مصیبت و مشقت کی حالت جیسے کسی نے گردن میں طوق ڈال دیا ہو۔ یعنی ایسے لوگ جو کسی مصیبت و مشقت میں روزہ نہ رکھ پا رہے ہوں تو وہ فدیے میں یعنی بدلے میں ایسے کو کھانا دیں جس کے ذرائع آمدنی ساکن ہو چکے ہوں)۔

**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝185**

185- رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کے نازل ہونے (کی ابتداء ہوئی اور یہ قرآن) انسانوں کو ایسی روشن و درست راہ دکھاتا ہے جو انہیں اطمینان بھری منزل تک لے جاتی ہے اور یہ ناقابلِ تردید واضح دلائل سے ہدایت فراہم کرتا ہے۔ اور یہ سچائیوں اور غیر سچائیوں کو واضح طور پر علیحدہ علیحدہ کر دینے والا ہے (الفرقان)۔ بہر حال اس مہینے کو تم میں سے جو کوئی پائے تو اسے اس مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں۔ لیکن جو مریض ہو یا حالت سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے سختی اور تنگی نہیں چاہتا۔ اس لئے تم دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لیا کرو۔ لہٰذا اللہ کی بڑائی کا ذکر کرتے رہو کیونکہ اس نے تمہیں ایسی روشن و درست راہ دکھائی ہے جو اطمینان بھری منزل کو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تم اللہ کا شکر کرتے رہا کرو (یعنی اللہ کی عنایات کی قدر بھی کرو اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتے رہو)۔

**وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝186**

186- (اے رسولؐ) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو ان سے کہہ دو! کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ اور (جب کوئی اپنی مدد یا رہنمائی) کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کا جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں میرے احکام ماننے چاہئیں اور وہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ معاملات کا صحیح حل پا کر منزل تک پہنچ سکیں (یرشدون)۔

اُحِلَّ لَكُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآٮِٕكُمۡ‌ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ‌ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّکُمۡ كُنۡتُمۡ تَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ وَعَفَا عَنۡكُمۡ‌ۚ فَالۡـٰٔنَ بَاشِرُوۡهُنَّ وَابۡتَغُوۡا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ ۚ وَكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَـكُمُ الۡخَـيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَـيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ‌ ۖ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ‌ۚ وَلَا تُبَاشِرُوۡهُنَّ وَاَنۡتُمۡ عٰكِفُوۡنَ فِى الۡمَسٰجِدِ‌ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَقۡرَبُوۡهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

187-(بہرحال روزوں کے حوالے سے مزید رعایت یہ ہے) کہ روزے دار میاں بیوی کو روزوں کی راتوں میں قربت کی اجازت ہے۔(حقیقت یہ ہے کہ) ہر شوہر اپنی بیوی کا لباس ہے اور ہر بیوی اپنے شوہر کا لباس ہے (یعنی دونوں ایک دوسرے کی عزت و وقار کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔ مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لئے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ تم پر صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے (الگ ہو کر) نمایاں ہو جائے۔ پھر روزہ کو رات (ہونے) تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف پر ہو تو بیویوں سے اس حالت میں صحبت نہ کرو۔ یہ ہیں وہ ضابطے جو اللہ نے اس سلسلے میں مقرر کئے ہیں۔ لہٰذا ان ضابطوں کو ہرگز نہ توڑنا۔ اس طرح اللہ انسانوں کو اپنے احکام و قوانین کو نمایاں طور پر بیان کر دیتا ہے تاکہ وہ خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لیں کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین اختیار کیے رکھیں۔

(**نوٹ:** آیت 2:187 بھی ثابت کرتی ہے کہ قرآن صرف بیوی رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور بغیر نکاح کے کسی بھی طرز میں لونڈی، کنیز، باندی یا مملوکہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ بیوی کے ساتھ اُن کا بھی ذکر ہوتا اور روزوں میں اُن کے ساتھ بھی قربت کی اجازت ہوتی)۔

وَلَا تَاۡكُلُوۡٓا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ وَتُدۡلُوۡا بِهَآ اِلَى الۡحُـکَّامِ لِتَاۡکُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾

ع 22 6 7

188-اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ اس مطلب سے ایسا کرو کہ حاکموں تک مال پہنچا کر انسانوں کے مال کا کوئی حصہ تم گناہ کے ساتھ کھا سکو۔ حالانکہ تمہیں بھی علم ہے (کہ جو مال اس طرح حاصل کیا جائے اس کے نتائج کس قدر تباہ کن ہوتے ہیں)۔

يَسۡـــَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ ‌ؕ قُلۡ هِىَ مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ ‌ؕ وَلَيۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُيُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا وَلٰـكِنَّ

الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِہَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۸۹﴾

189-(اے رسولؐ) لوگ تم سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کون سے مبارک ہیں اور کون سے منحوس ہیں)۔ان سے کہو! (کہ ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان سے) انسانوں کے لئے اوقات کا تعین ہو جاتا ہے (جیسے کہ) حج' (اور اس سلسلے میں انہیں یہ بھی آگاہی رہنی چاہیے کہ کسی توہم پرستی کی بنیاد پر) اپنے گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہونا نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو۔ لہٰذا' تم اپنے گھروں میں ان کے دروازوں کے ذریعے داخل ہُوا کرو۔ اور اللہ کے احکام سے ہم آہنگ رہو تاکہ تمہاری کوششیں یقینی کامیابیوں اور کامرانیوں تک پہنچ سکیں (فلاح)۔

وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾

190-اور (امن کے حالات میں زندگی کے کچھ اصولوں کے علاوہ جنگ کے مقصد کی آگاہی یہ ہے) کہ جو لوگ تمہارے خلاف جنگ پر اُتر آئیں تو تم ان سے اللہ کی راہ میں (یعنی اللہ کی نازل کردہ مستقل اقدار اور احکام وقوانین کے تحفظ کے لئے) جنگ کرو لیکن اللہ کی طے شدہ حدوں سے تجاوز نہ کرو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو اللہ کی طے شدہ حدوں کو توڑنے والے ہوتے ہیں۔

وَاقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ وَاَخۡرِجُوۡہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ اَخۡرَجُوۡکُمۡ وَالۡفِتۡنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوۡہُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوۡکُمۡ فِیۡہِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡہُمۡ ؕ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹۱﴾

191-اور (جب تم جنگ کے لئے مجبور کر دیے جاؤ) تو پھر دشمن کو جہاں پاؤ ان کا مقابلہ کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔ یہ اس لئے کہ (انسانی دنیا میں) فتنہ یعنی انسان کو ایسی تباہ کن آزمائش میں ڈال دینا جس میں بہترین بھی جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو وہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے اور کعبے کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم بھی ان سے نہ لڑو مگر جب وہ وہاں جنگ سے باز نہ آئیں تو پھر تم بھی انہیں قتل کرو' کیونکہ نازل کردہ سچائیوں اور احکام وقوانین سے انکار کر کے سرکشی کرنے والوں کو یہی بدلہ ملنا چاہیے۔

فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۹۲﴾

192- پھر اگر وہ باز آجائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ حفاظت میں لے لینے والا ہے اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

وَقٰتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ وَّیَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۹۳﴾

193- بہرحال (جنگ کے کئی پہلو ہیں۔ مگر جب تم نے لڑنا ہے تو) تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے (یعنی اللہ کے نظامِ زندگی کو جو جنگ کے ذریعے نقصان پہنچانے آئے تھے شکست کھا جائیں)۔ اور پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سوائے ان کے جو زیادتی و بے انصافی کے مجرم تھے، کسی اور پر زیادتی کرنا درست نہیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

194- (جنگ کے بارے میں ہی اگلا اصول یہ ہے کہ) حرمت والا مہینہ تو حرمت والے مہینہ کے عوض میں ہوتا ہے (یعنی جس مہینے میں جنگ روکنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر دشمن اس کا احترام نہ کرے اور جنگ شروع کر دے یا جنگ جاری رکھے تو تم بھی جنگ نہ روکو اور مقابلہ کرو اور جنگ جاری رکھو) کیونکہ حرمتیں، حرمتوں کا قصاص ہیں یعنی حرمتیں اسی وقت قابل عمل ہوتی ہیں جب دشمن بھی ان کا احترام کرے۔ چنانچہ جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو مگر اسی قدر جتنی اس نے تم پر کی۔ لیکن اللہ کے احکام و قوانین سے ہم آہنگ رہو کیونکہ یہ حقیقت ہے جس کا تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جنہیں خود پر اس قدر اختیار رہتا ہے کہ وہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹے رہتے ہیں۔

وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ ع 1

195- بہرحال (بات یہ بھی تھی کہ نیکی یہ ہی نہیں ہے کہ پرستش کے لئے رخ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا جائے بلکہ ایک بار پھر سن لو کہ) اللہ کے راستے میں (اپنے مال و دولت) کو کھلا رکھو (جیسے کہ 2/177 میں حکم دیا گیا ہے)۔ (اگر تم ایسا نہیں کرو گے) تو خود ہی اپنے آپ کو تباہ و برباد کرو گے (کیونکہ اس طرح تم میں دولت کی ہوس بڑھ جائے گی اور حقیقی ضرورت مند اپنی ضرورتوں کے ہاتھوں مفلس اور ہلاک ہو جائیں گے جس کی ذمہ داری بھی تم پر ہو گی)۔ اس لئے عدل سے بڑھ کر دو اور زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتے رہو (احسنوا)۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ایسے ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے جو زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے کی تگ و دو کرتے رہتے ہیں (المحسنین)۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا

رَجَعۡتُمۡؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۝۱۹۶ؑ

ع 24 8 8

196- اور (جنگ ہو یا امن' کامیابیوں کے لئے بنیادی اصول اجتماعیت اور مرکزیت ہیں' اس کی تربیت کے لئے) حج اور عمرہ کی ادائیگی اللہ (کے احکام کی سربلندی) کے لئے کرو۔ لیکن (اگر کبھی ایسا ہو کہ) تم وہاں پہنچنے سے روک دیے جاؤ تو تم وہاں الھدی بھیج دو اور جب تک یہ الھد ی اپنی منزل تک نہ پہنچ جائیں تو تم (ان لوگوں کے ساتھ یگانگت کے اظہار کے طور پر) اپنے سروں کو نہ منڈ واؤ۔ جب وہ وہاں پہنچ جائیں تو پھر تم (ان لوگوں کی مطابقت کرتے ہوئے) اپنے سر کے بال منڈ واؤ۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو' تو وہ اس کے بدلے میں روزے رکھ لے یا (اپنی نیت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے) صدقہ دے دے یا نُسک دے دے۔ پھر جب تم حالتِ امن میں ہو جاؤ (یعنی وہ حالات ختم ہو جائیں جن کی وجہ سے تم روک دیے گئے تھے) تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا فائدہ اٹھائے تو اسے جو بھی الھد ی میسر آئے دے دے۔ پھر جسے یہ بھی میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے حج میں روزے رکھ لے اور سات جب تم واپس لوٹو' یہ پورے دس ہوئے۔ یہ (طریقہ کار) اس کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں (یعنی جو کعبہ کے پاس کہیں رہنے والا نہ ہو)۔ مگر (اس ساری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر طرز کے حالات میں) خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو (تقوی)۔ اور (اسی لئے تمہیں اس حقیقت کا بھی) علم رہنا چاہیے کہ اللہ سخت گرفت کرنے والا ہے (لہٰذا' اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ رہو)۔

(نــوٹ: آیت میں دیے گئے الفاظ الھدی۔ صدقہ اور نُسُک کے مطالب یوں ہیں: الھدی کا عمومی مطلب حج میں قربانی لیا جاتا ہے مگر الھد ی کا براہِ راست یا بنیادی مطلب قربانی نہیں ہے۔ ھدی کا مادہ (ھ دی) ہے۔ اس کے بنیادی معنی نمایاں اور روشن ہونا۔ آگے آگے ہونا۔ دوسروں کے آگے آگے چلنا ہیں۔ راستہ بتانے کے لئے آگے بڑھ جانا۔ ھدیہ اور تحفہ بھیجنا ہیں۔ یہی وہ لفظ ہے جس سے ھدایت کا لفظ نکلا ہے۔ اور یہی وہ لفظ ہے جسے قرآن نے اپنے لئے استعمال کر کے اپنے آپ کو ھدی لِلمُتقین (2/2) کہا ہے۔ البتہ محققین کے ایک گروہ نے اس لفظ سے مراد ''وہ جانور لیا ہے جسے مکہ میں حج کی تقریب میں قربانی کے طور پر ذبح کیا جائے''۔ مگر محققین کا دوسرا گروہ سوال یہ اٹھاتا ہے کیا یہ جانور وہاں اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں کہ ھدیہ یا تحفہ ہیں اور حج کرنے والوں کی کھانے کی ضروریات پوری کر سکیں یا اس لئے ذبح کئے جاتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کو ذبح کر کے اللہ کو خوش کیا جائے اور یوں اللہ کی قربت حاصل کر لی جائے؟ جس کی وجہ سے اسے قربانی کہا گیا۔ کیونکہ ساری تاریخ میں قربانی کا تصور صرف دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کی بارگاہ میں جانوروں اور انسانوں کو ذبح کرنے سے ملتا ہے۔ اس لحاظ

سے یہ انتہائی تحقیق طلب ہے کہ ''کیا اسلام بھی ایسا دین ہے جس میں اللہ کو خوش کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں جانور ذبح کئے جائیں یا آیت 2/177 کے مطابق اپنا مال و دولت خرچ کیا جائے یا یہ دونوں طریقے استعمال کیے جائیں؟ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اپنی خواب کی بنیاد پر اللہ کو خوش کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کو جو ذبح کرنے کے لئے لے گئے تھے تو اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی تھی مگر اس محبت کے احساس کی بنیاد پر اسے ذبح عظیم کا نام تو دیا 37/107 سورۃ الصّف / آیت 107 مگر اسے قربانی یا قربانی عظیم کا نام نہیں دیا گیا۔ البتہ تیسرے گروہ کی رائے ہے کہ الھدی کے یہ مطالب زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں کہ ''جانوروں کے ان تحائف کو اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کعبہ میں حج کے سالانہ اجتماع کے موقع پر آئے ہوئے لوگوں کی کھانے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ذبح کیا جائے''۔

نسک: نسک کا عمومی مطلب بھی ''قربانی'' لے لیا گیا ہوا ہے۔ جبکہ اس کا بنیادی یا براہِ راست مطلب قربانی نہیں ہے۔ نسک کا مادہ (ن س ک) ہے۔ اس کا بنیادی مطلب ہے دھونا اور صاف کرنا۔ اس سے مراد کسی معاملہ کو درست اور ٹھیک کر لینا ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ مطلب بھی ہے، راستہ یا طریقہ اختیار کرنا۔ چنانچہ مناسکِ حج بھی اسی سے نکلا ہے۔ البتہ تحقیق کرنے والوں کے ایک گروہ نے اس کا مطلب یہ کیا ہے کہ اس کا مطلب ہر اس چیز کے ہیں جس کے ذریعے اللہ کی قربت حاصل کی جا سکے۔ بہرحال، نسک کے مطالب میں جانور کو اللہ کی بارگاہ میں ذبح کر کے اس کو خوش کرنے یا اس کی قربت حاصل کرنے کے معنی نہیں ہیں۔ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے آیات 2/195 اور 2/177 مزید رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ البتہ یہ مطالب نسک کے زیادہ قریب معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جو توفیق ہو وہ حقیقی ضرورت مندوں تک پہنچانے کا راستہ اختیار کیا جائے، اپنے ظاہر و باطن کو صاف ستھرا رکھنے کا اپنے ساتھ عہد کرنا اپنے معاملات کو قرآن کے احکام و قوانین کے مطابق دُرست رکھنے کی جدوجہد کرتے رہنے کا اللہ کے ساتھ عہد کرنا۔

صدقہ: یہ لفظ صدق یعنی سچ سے ہے جو کذب یعنی جھوٹ کی ضِد ہے۔ صدقہ کا مادہ (ص دق) ہے، صدق کا بنیادی مطلب ہے، انسان کا دل اور اس کی زبان کا ہم آہنگ ہونا۔ صدیق کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے۔ صدقہ بھی اسی لفظ سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ ''دل کی سچائی ثابت کرنے کے لئے عمل کے ذریعے حقیقی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے توفیق کے مطابق جو میسر ہو وہ دیا جائے تا کہ اللہ سے محبت کا اظہار ہوتا رہے۔ صدقہ کا یہ مطلب زیادہ قرین قیاس محسوس ہوتا ہے)۔

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ۚ وَاتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۷﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

197- حج کے مہینوں کے بارے میں معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے اپنے لئے حج لازم کر لے تو حج کے دنوں میں (اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی شرائط پوری کرے۔ یعنی) حج کے (اس

اجتماع میں کوئی ایسی حرکت یا بات نہیں ہونی چاہیے جس سے میاں ہو یا بیوی وہ آپس میں ) بے پردہ ہوں اور نہ ہی (حج کرنے والوں میں کسی کے درمیان ) کوئی ایسی لڑائی جھگڑے کی بات یا حرکت ہونی چاہیے جو انہیں اللہ کے قوانین کی حفاظت سے نکال کر خرابی و بے اطمینانی کا باعث بنے۔اور نہ ہی کوئی مناظرہ اور دلائل کی جنگ ہونی چاہیے (جدال)۔ (بہر حال، حج میں جو کچھ بھی تمہیں کرنا ہے وہ اپنے اور دوسروں کے لئے ) آسانی، خوشگواری و سرفرازی پیدا کرنے کے لئے کرنا ہے، کیونکہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو وہ سب اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔(اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ) تم اتنا کچھ سامان اپنے ساتھ لے جاؤ ( کہ کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور نہ بھیک مانگنی پڑے )۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ( تمہاری زندگی کے ) سفر کا بہترین سامان یہ ہے کہ تم خود پر اس قدر اختیار حاصل کرلو کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام وقوانین سے چمٹے رہو۔اور اے دانش وبصیرت رکھنے والو! بُرے اعمال کے بُرے نتائج سے خوف زدہ ہونا صرف میری خاطر ہونا چاہیے (لہٰذا، اے اہلِ ایمان ! یہ ہیں حج اور عمرہ کے مقاصد جو آگاہی کے لئے دے دیے گئے ہیں )۔

(**نوٹ:** آیت 2:197 ایسے لوگوں کے لئے سخت تنبیہ فراہم کرتی ہے جو کم ذرائع لے کر حج کے لئے چل نکلتے ہیں اور وہاں جا کر وہ بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور دوسروں پر بوجھ بن جاتے ہیں )۔

**لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾**

198-اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں اگر تم ( زمانۂ حج میں تجارت کے ذریعے ) اپنے رب کی فراوانیاں اور فضیلتیں تلاش کرو۔ پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام ( مزدلفہ ) کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو۔اور اس کا ذکر اس طرح کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت کر رکھی ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ (ان واضع احکام سے ) پہلے تم غلط راہ پر چلے جا رہے تھے۔

**ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾**

199-(بہر حال ) پھر جہاں سے اور سب انسان چل پھر کر واپس پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو (یعنی اپنے کسی غرور یا شان وشوکت کی بناء پر اپنے لئے علیحدہ علیحدہ طریقہ وراستہ مت اختیار کرلو کیونکہ حج کا اصل مقصد اجتماعیت اور مرکزیت پیدا کرنا ہے )۔اور یہ حقیقت ہے کہ ( پھر دعائیں مانگو کہ جو گناہ وکوتاہیاں اللہ کے احکام وقوانین کی خلاف ورزیوں کے سلسلے میں تم سے ہوئیں انہیں اللہ معاف کر کے تمہیں اپنی حفاظت میں لے لے کیونکہ وہ ہی ) حفاظت میں لینے والا ہے

اور سنورنے والوں کی قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

200- چنانچہ جب حج کے وہ ارکان جو اللہ نے تم پر واجب کیے ہیں پورے کر چکو تو پھر اللہ کا ذکر یوں (خالص اور شدید تر محبت) سے کرو جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہونا چاہیے۔ اس طرح کا ذکر کرنے والے (یا دعائیں مانگنے والے) انسانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں! کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں (یہیں جو عطا کرنا ہے) عطا کر دے۔ مگر ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾

201- اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے! ہمیں دنیا میں ایسا کر دے کہ ہم عدل سے بھی بڑھ کر دینے والے اور زندگی میں حسن و توازن پیدا کرنے والے ہوں تا کہ دنیا کا حسن میسر آ سکے (حسنہ)۔ اور آخرت میں ہمیں ایسا کر دے کہ آخرت کا حسن میسر آ سکے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا (جس میں کہ بہترین حاصل کیا ہوا بھی راکھ ہو کر رہ جاتا ہے)۔

النصف

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

202- (بہرحال) یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے اس کے بدلے میں اس کے مطابق ہی ان کا حصہ ہے۔ کیونکہ اللہ کے (قائم کردہ نظام میں ہر عمل اپنا نتیجہ ساتھ لیے ہوتا ہے اور تاخیر و خطا سے پاک ہوتا ہے۔ اس لئے) وہ تیز ترین حساب لینے والا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٠٣﴾

203- اور (حج) کے جو چند دن ہیں ان میں اللہ کا ذکر یعنی اللہ کے احکام و قوانین کی آگاہی برابر حاصل کرتے رہیں۔ اور جو کوئی جلدی کر کے دو دن میں ہی واپس لوٹ جائے تو اسے کوئی گناہ نہیں اور اگر کوئی مزید کچھ روز ٹھہر کر واپس لوٹے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں۔ (لیکن اصل بات یہ ہے کہ کیا) خود پر اس قدر اختیار حاصل کر لیا کہ تم تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹے رہ سکتے ہو۔ مگر برے اعمال کے نتائج سے صرف اللہ کی وجہ سے خوف زدہ رہنا

ہو گا۔ اور آگاہ رہو کہ تم سب کو اسی کے پاس جمع کر لیا جائے گا (اس لئے جو کچھ کرتے ہو اس کے بارے میں آگاہ رہو کیونکہ جواب دینا پڑے گا)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝

204-اور (عام زندگی میں تمہیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں یعنی) انسانوں میں ایک وہ جو دنیا کے بارے میں اس طرح کی گفتگو کرتا ہے جو تمہیں حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝

205-اور جب ایسے شخص (کے پاس کوئی اختیار آ جاتا ہے) تو وہ پھر جاتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں حسن و توازن بگاڑ کر امن و اطمینان تباہ کر دے اور کھیتوں کو اور نسلوں کو برباد کر دے۔ (یاد رکھو کہ) اللہ فساد برپا کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

206-اور جب ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ تباہ کن نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کے احکام و قوانین سے چمٹ جاؤ تو (اقتدار کا) غرور اسے اور زیادہ گناہ پر اکساتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لئے جہنم ہی کافی ہے جو کہ بدترین مقام ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

207-(دوسری قسم ان انسانوں کی ہے) جن میں سے کوئی اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے (اپنی عزیز ترین خواہشات سے لے کر جان تک بھی) بیچ دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ اپنے ایسے عباد کے ساتھ یعنی ایسے انسانوں سے جو سوائے اللہ کے کسی اور کی غلامی قبول نہیں کرتے ایسی تمام رکاوٹوں کو دُور کر دیتا ہے جو ان کی کامرانیوں اور مسرتوں کی نشو و نما میں حائل ہوتی ہیں (رؤف)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

208-اے اہلِ ایمان! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ (ایسا نہ کرو کہ اسلام کی کچھ باتیں اپنا لیں اور کچھ چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ شیطان کا طریقہ ہے)۔ مگر تم شیطان کے نقشِ قدم پر ہرگز نہ چلنا۔ اس لئے کہ وہ ہر لحاظ سے تمہارا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝